پاکستان کی مالیاتی پالیسی (۲۰۱۳۔۲۰۱۸ء) اور اسلامی تعلیمات

*سعدیہ گلزار

ABSTRACT

During 2012-18, Nawaz government reviewed pace of economic development and introduced economic reforms in different sectors to boost economy of Pakistan. The government provided fiscal and monetary incentives to agricultural community. Economic policies set a tone for industrialists, entrepreneurs and other stock market investors. China-Pak economic corridor remained on the path of progress. However, improvement of transport and communication sector got top priority whereas basic necessities of life got secondary importance which resulted in anxiety among public. In Islamic state, it is the obligation for a sovereign to provide individuals with basic necessities of life and to design policy in favor of public benefits. In this era, corruption, burden of debt, trade imbalance, poverty, low literacy and unemployment rate etc. also increased. Following entire Islamic economic doctrines, our economy would develop. The purpose of this research paper is to analyses the economic policies of Nawaz's government in the light of Islamic teachings.This research paper follows descriptive and analytical methods.

Key words: Nawaz Government, Economy of Pakistan, Development, Islam, Public Welfare.

وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی کے دور میں پاکستان کو متعدد معاشی مسائل کا سامنا رہا۔ حکومت کی کمزور گورننس، کرپشن کے کئی واقعات، توانائی کا بحران، امن وامان کی خراب صورتحال، مالی سال ۲۰۱۰ء کا سیلاب، زراعت اور صنعت کی پسماندگی وغیرہ کی بناء پر معاشی ترقی سست رُوی کا شکار رہی۔ نئی برسر اقتدار آنے والی حکومت کو ان مسائل کو حل کرنے کے لیے موثر پالیسیوں کے ساتھ عملی اقدامات کی ضرورت تھی۔ وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف نے ملک کی معاشی صورتحال کی بہتری، امن وامان کی بحالی اور توانائی کے بحران پر قابو پانا حکومت کی اوّلین ترجیحات بتایا کیونکہ ان میں بہتری سے زراعت، صنعت اور تجارت میں جاری بحران پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ نیز ان شعبوں کی بہتری سے روزگار کے مواقع میں بھی بہتری ممکن ہے۔ جس سے ملکی وسائل سے استفادہ ہوتا ہے۔ لوگوں کے معیار زندگی میں بہتری آنے سے غربت میں کمی آتی ہے۔ وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف کی زیادہ تر مالیاتی پالیسیاں گزشتہ دور کا تسلسل رہیں۔ ذیل میں اس دور میں بننے والی مالیاتی پالیسیوں پر اجمالاً روشنی ڈالی گئی ہے۔

* اسسٹنٹ پروفیسر، ادارہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور   برقی پتا: sadiagulzar_lcwu@yahoo.com

جمہوری حکومت (۲۰۱۳۔۲۰۱۸ء) کے بنیادی معاشی شعبہ جات کی مالیاتی پالیسیاں

اس دور میں مندرجہ ذیل شعبوں کے لیے مالیاتی پالیسیاں اہمیت کی حامل تھیں:

ا۔ زرعی ترقی کے لیے پالیسی

پاکستان کی معیشت میں زراعت ایک اہم شعبہ ہے جو متعلقہ صنعتوں کو خام مال کی فراہمی کا ذریعہ ہے اور غربت میں کمی کا موجب ہے۔ یہ شعبہ ملکی مجموعی پیداوار میں ۱۹ء۸ فیصد اضافہ کا باعث ہے اور افرادی قوت کے ۴۲ء۳ فیصد کو روزگار کی فراہمی کا ذریعہ ہے۔ حکومت نے اس شعبہ کی ترقی کے لیے متعدد اقدامات کیے مثلاً وزیر اعظم پاکستان نے کسان برادری کے لیے مالی سال ۲۰۱۵ء میں ۳۴۱ ارب روپے کے امدادی پیکیج بشمول چھوٹے کاشتکاروں کے لیے بلاواسطہ اور نرم قرضوں کا اعلان کیا ہے۔ اس کا مقصد زراعت کو ترقی دینے کے ساتھ ساتھ اسے سائنسی بنیادوں پر استوار کرنا، فصلوں کی پیداواری قیمت میں کمی لانا اور چھوٹے کاشتکاروں کو خوشحال بنانا ہے۔[۱]

اس پیکیج کے تحت چاول اور کپاس پیدا کرنے والے کسانوں کے لیے بلاواسطہ امداد، زرعی مشینری کی درآمد پر ٹیکس میں ۴۵ سے ۹ فیصد تک کمی، Cool Chain Machinery پر جنرل سیلز ٹیکس میں ۱۷ فیصد سے ۷ فیصد تک کمی، زرعی تاجروں کے لیے ۳ سال تک ٹیکس میں چھوٹ، شمسی ٹیوب ویل استعمال کرنے والوں کو بلاسود قرضوں کی فراہمی، جراثیم کش ادویات اور بیج پر سیلز ٹیکس کی کمی، زرعی قرضوں پر سود کی کمی، فصلوں کا کم لاگت بیمہ اور زرعی قرضوں کے حجم میں اضافہ جیسے اقدامات شامل تھے۔[۲]

ڈیزل اور بجلی سے چلنے والے ٹیوب ویلوں کے بھاری اخراجات کم کرنے کے لیے نئے شمسی ٹیوب ویل لگانے یا پرانے ٹیوب ویلوں کو نئے شمسی ٹیوب ویلوں سے تبدیل کرنے اور ان کی خریداری پر ایک لاکھ جمع کروانے والے کسانوں کو کمرشل بینکوں کے ذریعے بغیر مارک اپ کے قرضے فراہم کرنے کا اعلان کیا گیا۔ ان قرضوں کا مارک اپ حکومت ادا کرے گی۔[۳] حکومت نے کسانوں کو قرضے فراہم کرنے کے لیے گارنٹی اسکیم کا آغاز کیا جس کے تحت حکومت اسٹیٹ بینک کے ساتھ مل کر کمرشل بینکوں اور مائیکرو فنانس کو زرعی قرضوں پر ۵۰ فیصد نقصان کی شراکت داری کی گارنٹی فراہم کرے گی۔[۴] بلوچستان کے کسانوں کے لیے زرعی ٹیوب ویل کے استعمال پر دیے گئے اعانے حکومت جاری رکھے گی جبکہ پورے ملک میں زرعی ٹیوب ویل کے لیے ۵ء۳۵ روپے فی یونٹ Off Peak ریٹ کو مالی سال ۲۰۱۷ء میں بھی جاری رکھا گیا۔ اس مقصد کے لیے آئندہ سال مالی بجٹ میں ۱۱۸ ارب روپے مختص کیے گئے۔[۵] ۳ سے ۳۶ ہارس پاور زرعی ڈیزل انجن برائے ٹیوب ویل جن پر سیلز ٹیکس کی شرح ۱۷ فیصد ہے اس پر سیلز ٹیکس کو ختم کیا گیا۔[۶]

لائیو سٹاک زراعت کا ایک اہم شعبہ ہے۔ آٹھ ملین سے زیادہ خاندان مویشی پالنے سے منسلک ہیں جو اپنی آمدن کا ۳۵فیصد سے زائد مویشیوں کی پیداواری سرگرمیوں سے حاصل کرتے ہیں۔ دیہی آبادی کی معاش کا اس پر ہی دارومدار ہے۔مالی سال ۲۰۱۶ء کے دوران زرعی قدر اضافہ میں مویشی بانی کا تقریباً ۳ء۵۸ فیصد اور ملکی مجموعی گھریلو پیداوار میں ۴ء۱۱فیصد حصّہ رہا۔مالی سال ۲۰۱۵ء میں زرعی قدر اضافہ ۳ء۵۸ فیصد اور ملکی مجموعی گھریلو پیداوار میں ۶ء۱۱فیصد رہا۔(۷) حکومتی سطح پر اس شعبہ کو مالی اور زری ترغیبات فراہم کی گئیں مثلاً پولٹری کے لیے درآمد کی جانے والی مشینری پر سیلز ٹیکس کی شرح کو ۱۷فیصد سے کم کر کے ۷ فیصد کیا گیا۔(۸) حکومت نے گوشت کی پروسیسنگ مشینری کی درآمد پر کسٹم ڈیوٹی بھی کم کر دی ہے۔(۹)

اس دور میں حکومتی ترغیبات اور اقدامات کے باوجود شعبہ زراعت تنزلی کا شکار رہا۔زراعت کی سالانہ اوسط شرح نمو مالی سال ۲۰۱۲ء میں ۶ء۳فیصد، مالی سال ۲۰۱۳ء میں ۷ء۲فیصد، مالی سال ۲۰۱۴ء میں ۴ء۲فیصد، مالی سال ۲۰۱۵ء میں ۱ء۲فیصد، مالی سال ۲۰۱۶ء میں ۲ء۰فیصد اور مالی سال ۲۰۱۷ء میں ۱ء۲فیصد رہی۔(۱۰)

حکومت کا شمسی ٹیوب ویل پر بلاسود قرضوں کی فراہمی اہم اقدام ہے۔ لیکن حکومت کو معاشی نظام کو مکمل طور پر بلاسود کرنا چاہیے۔زرعی شعبہ کو بلاسود قرضوں کی فراہمی سے کاشتکار طبقہ خوشحال ہو سکتا ہے۔ ایک اسلامی طریقہ ہائے تمویل سلم ہے۔اس طریقہ کار میں بینک کسان کو اجناس کی قیمت فصل کی تیاری سے پہلے ادا کر دیتا ہے۔تاہم جب شے پک کر تیار ہو جاتی ہے تو بینک اس کو قبضہ میں لینے کی بجائے کسان (کلائنٹ) ہی اس کو فروخت کرتا ہے اور زر کی صورت میں اس کی ادائیگی بینک کو کرتا ہے۔اس موڈ آف فنانسنگ کو مکمل اسلامی بنانے کے لیے ضروری ہے بینک شے کو قبضہ میں لے اور اپنے ایجنٹ کے ذریعے فروخت کرے۔ بیع سلم کے استعمال سے کاشتکار سودی قرضوں سے آزاد ہو سکتے ہیں۔اسی طرح فصلوں کی انشورنس اسلامی اصولوں پر مبنی تکافل پر کی جائے۔ پاکستان کی معاشی خوشحالی کے لیے اسلامی نظام کو مکمل طور پر قائم کرنا ضروری ہے جس کی برکتوں سے ہماری معیشت کا زرعی شعبہ بھی مستفید ہو سکتا ہے اور اس کی ترقی سے ہماری معیشت کی نمو میں بہتری آئے گی۔

۲۔ صنعتی ترقی کے لیے پالیسی

پاکستان کی معیشت کا دوسرا بڑا شعبہ صنعت و حرفت ہے۔ خام ملکی پیداوار میں اس کا حصّہ ۵ء۱۳فیصد بنتا ہے۔یہ شعبہ خاص طور پر ٹیکسٹائل کی صنعت، انجینئرنگ کی اشیاء اور صنعت، زرعی صنعت، کیمیائی صنعت اور چھوٹے بڑے اداروں پر مشتمل ہے۔ کل افرادی قوت کے ۳ء۱۵فیصد حصّے کو روزگار بھی فراہم کرتا ہے۔(۱۱)

پاکستانی معیشت میں ٹیکسٹائل کا شعبہ کلیدی حیثیت کا حامل ہے۔ زیادہ تر افراد اس صنعت سے وابستہ ہیں نیز برآمدات میں نصف حصّہ ٹیکسٹائل سیکٹر کا ہے۔ حکومت نے اس شعبہ کی ترقی کے لیے مالی سال ۱۵۔۲۰۱۴ء کے بجٹ میں خصوصی پیکیج کا اعلان کیا مثلاً ٹیکسٹائل پالیسی ۱۹۔۲۰۱۴ء کے تحت ۲۰۱۹ء تک ٹیکسٹائل مصنوعات کی برآمدات کو دُگنا کرنے اور اس شعبہ میں روزگار کے ۳۰لاکھ اضافی مواقع پیدا کرنے کے لیے ۶۴ء۱۵ ارب روپے کے مالیاتی پیکیج کی منظوری دی گئی۔ ٹیکسٹائل شعبہ کے مختلف مسائل کو حل کرنے اور ٹیکسٹائل پالیسی ۱۹۔۲۰۱۴ء پر عملدرآمد کے لیے حکومت نے فیڈرل ٹیکسٹائل بورڈ کی تشکیل نو کی ہے۔ البتہ اس کے ارکان میں نجی شعبہ کی اکثریت ہے۔ ٹیکسٹائل کی برآمدات کو مقامی محصولات سے چھوٹ کی سہولت ۱۶۔۲۰۱۵ء میں بھی دی گئی جس کے تحت برآمدات میں ۱۰ء فیصد اضافہ کرنے والے برآمد کنندگان کو برآمدات کی (Free on Board)(FOB)* ویلیو کے حساب سے Drawback دیا جائے گا مثلاً گارمنٹس کو ۵ فیصد، Made up کو ۳ فیصد اور Processed Fabric کو ۱ء فیصد۔ ٹیکسٹائل کے شعبہ میں ۱۲۰۰۰۰ غیر تربیت یافتہ خواتین و حضرات کی تربیت کے لیے ۴ء۴ ارب روپے کی خطیر رقم سے ایک میگا پراجیکٹ پر ابتدائی کام مکمل کیا جا چکا ہے اور مالی سال ۱۶۔۲۰۱۵ء میں اس پر عملدرآمد کیا جائے گا۔[۱۲] مالی سال ۲۰۱۲ء میں پاکستان کی ٹیکسٹائل کی برآمدات کل برآمدات کا ۵۳ فیصد، مالی سال ۲۰۱۳ء میں ۵۴ فیصد، مالی سال ۲۰۱۴ء میں ۵۵ فیصد، مالی سال ۲۰۱۵ء میں ۵۷ فیصد، مالی سال ۲۰۱۶ء میں ۶۰ فیصد اور مالی سال ۲۰۱۷ء میں ۶۱ فیصد رہی۔[۱۳] ویت نام، بھارت اور بنگلہ دیش کی ٹیکسٹائل کی برآمدات میں واضح اضافہ دیکھا جا رہا ہے۔ ان ممالک میں اس شعبہ کی شرح نمو میں اضافے کی وجوہ میں مختلف قسم کی زری اور مالی مراعات، بجلی اور گیس کی قیمتوں میں کمی ہے۔ مختلف ممالک میں ٹیکسٹائل کی مصنوعات کم قیمت اور معیاری ہونے کے باعث پاکستان کی ٹیکسٹائل انڈسٹری دیگر ممالک کے ساتھ مقابلہ نہیں کر پا رہی۔

پاکستان میں صنعتی شعبہ کی شرح نمو مالی سال ۲۰۱۵ء اور مالی سال ۲۰۱۶ء میں بہتر رہی۔ اس میں بہتری کی وجوہ میں مستحکم معاشی ماحول، کم شرح سود، بلند انفراسٹرکچر اخراجات کی شکل میں بھرپور معاون پالیسی، توانائی کی بہتر رسد، امن و امان کی بہتر صورتحال اور پاک چائنہ اقتصادی راہداری کی وجہ سے تعمیرات کے شعبہ میں شرح نمو ہے۔ مالی سال ۲۰۱۶ء میں تعمیراتی سرگرمیاں ۱ء۱۳ فیصد بڑھ گئیں، جو کہ مالی سال ۲۰۱۵ء کی نمو کے دگنے سے بھی زیادہ ہے۔ دوسرے شعبوں سے مضبوط روابط کی بنا پر بڑے پیمانے کی اشیاء سازی میں بھی اس نے کلیدی کردار ادا کیا۔[۱۴]

میاں محمد نواز شریف کے دور حکومت میں صنعتی اداروں کی نجکاری کا عمل بھی جاری رہا۔ نجکاری کمیشن نے جنوری ۱۹۹۱ء میں اپنی تشکیل کے وقت سے کامیابی کے ساتھ ۱۷۲ء نجی ٹرانزکشن مکمل کیے۔ جن سے اس کمیشن کو

۹۷۲ء۶۴۸ ارب روپے حاصل ہوئے۔ جون ۲۰۱۳ء میں حکومت نے اعلان کیا اس کی اوّلین ترجیحات میں خسارہ میں جانے والے سرکاری شعبہ کے کاروباری اداروں کی نجی شعبہ کی مدد سے تشکیل نو کرنا ہے جس میں سرمایہ کاری اور ماہر انتظامیہ مہیا کرنے کی صلاحیت ہو۔ موجودہ حکومت نے چھ سال کے فرق کے بعد اکتوبر ۲۰۱۳ء میں نج کاری پروگرام دوبارہ بحال کر دیا جب کابینہ کی نج کاری کمیٹی نے سرکاری شعبہ کے ۶۹ اداروں کی نج کاری کے لیے فہرست منظور کر دی۔ جن میں سرکاری شعبہ کے ۳۱ ادارے نج کاری پروگرام میں شامل تھے۔ جون ۲۰۱۴ء سی سی او پی نے ۸ اضافی PSEs کی جلد نج کاری کے لیے منظوری دے دی۔ نج کاری کمیشن نے مختلف PSEs جو بینکاری، تیل، گیس، انشورنس، ہوابازی اور بجلی کے شعبہ سے متعلق تھیں۔ ان کی نج کاری کا عمل شروع کر دیا۔ سرمایہ مارکیٹ کی چار پیشکش کامیابی سے مکمل ہوئیں۔ جن میں یونائیٹڈ بینک لمیٹڈ، پاکستان پٹرولیم لمیٹڈ، الائیڈ بینک لمیٹڈ اور حبیب بینک لمیٹڈ شامل ہیں۔ مزید برآں نیشنل پاور کنسٹرکشن کارپوریشن (پرائیوٹ) لمیٹڈ کی فروخت بھی کامیابی سے مکمل ہوئی۔ مکمل ۳۷ ارب روپے کی خام آمدنی بشمول ۱۱ ارب امریکی ڈالر سے زائد زرمبادلہ ان پانچ مکمل شدہ سودوں سے حاصل ہوا۔ نج کاری کے اٹھارہ سودے اس وقت زیر عمل ہیں اور فروخت کے مختلف مراحل میں ہیں۔ ان میں پاکستان انٹرنیشنل ایئر لائنز، پاکستان سٹیل ملز، سٹیٹ لائف انشورنس کارپوریشن، ایس ایم ای بینک اور توانائی کے شعبہ کے ادارے شامل ہیں۔[۱۵] آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کی ایماء پر نج کاری کی جارہی ہے۔ درحقیقت اداروں کی نج کاری سے حاصل شدہ زیادہ تر رقومات حکمرانوں کے بینک بیلنس بڑھانے اور عیاشانہ زندگی کی نذر ہوتی ہیں اور عوام کی خوشحالی میں کوئی بہتری نہیں آتی۔ قومی اہمیت کی حامل صنعتیں فلاح عامہ کے پیش نظر سرکاری ملکیت میں ہی ہونی چاہیں۔ صنعتی یونٹوں کو اونے پونے داموں بیچنے کی بجائے ان کی تنزلی کے اسباب کا جائزہ لے کر ان کی ترقی کے لیے لائحہ عمل تشکیل دیا جانا ضروری ہے۔

۳۔ پاک چین اقتصادی راہداری

غیر ملکی سرمایہ کاری میں پاک چین اقتصادی راہداری قابل ذکر ہے۔ پاکستان کے قدرتی محل وقوع کی اہمیت اور افادیت کو مد نظر رکھتے ہوئے چین نے پاکستان کے ساتھ مل کر "پاک چائنہ اقتصادی راہداری منصوبہ" بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔ ابتداء میں پاک چین اقتصادی راہداری ۴۶ بلین امریکن ڈالر کی تھی جس میں ۳۵ بلین ڈالر شعبہ توانائی کے لیے جبکہ ۱۱ بلین ڈالر تحتی ڈھانچہ کے لیے مختص کیے گئے۔[۱۶] یہ راستہ پاکستان کے تمام صوبوں سے گزرے گا جس میں آزاد جموں کشمیر اور گلگت بلتستان بھی شامل ہیں۔ اس راستے کی کل لمبائی ۳۰۰۰ کلومیٹر ہے جو کہ ۲۰۳۰ء میں

مکمل ہو جائے گا۔[۱۷] گوادر میں توانائی کے پراجیکٹ، اسپیشل اکنامک زون، بین الاقوامی ہوائی اڈا اور انفراسٹرکچر کے پراجیکٹ بھی شامل ہیں۔[۱۸] پاک چین اقتصادی راہداری کا حجم ۴۶ بلین ڈالر سے ۶۲ بلین ڈالر تک بڑھ چکا ہے۔

پاک چائنہ اقتصادی راہداری منصوبہ جو کاشغر سے شروع ہو کر گلگت بلتستان، خیبر پختونخواہ اور پھر بلوچستان سے گزرے گا۔ چین یومیہ ۶۰ لاکھ بیرل تیل بیرون ملک سے درآمد کرتا ہے جس کا کل سفر ۱۲۰۰۰ کلومیٹر بنتا ہے جبکہ یہی سفر سی پیک کی تکمیل کے بعد سمٹ کر محض ۳۰۰۰ کلومیٹر رہ جائے گا۔ جس کے باعث چین کو سالانہ تیل کی درآمدات پر ۲۰ ارب ڈالر کی بچت ہوگی جبکہ پاکستان کو تیل کی راہداری کی مد میں ۵ ارب ڈالر یعنی پانچ کھرب یا پانچ سو ارب روپے سالانہ حاصل ہوں گے۔ ایک اندازے کے مطابق ۸۰ ہزار ٹرک روزانہ چین، روس اور وسطی ایشیاء کے ممالک سے گوادر کی طرف آمد و رفت کریں گے۔ پاکستان کو صرف ٹول پلازہ کی مد میں ہی ۲۰ سے ۲۵ ارب روپے کی بچت ہو سکتی ہے۔[۱۹] پاک چین اقتصادی راہداری سے متوقع فوائد میں ملک میں توانائی کا مسئلہ حل ہو سکتا ہے، صنعتی ترقی میں اضافہ ہوگا، تعمیرات کی شرح نمو میں اضافہ کی وجہ سے روزگار کے مواقع بھی بڑھیں گے اور دیگر معاشی شعبوں کی شرح نمو بہتر ہوگی۔

۴۔ درآمدات و برآمدات سے متعلق پالیسی

کسی بھی ملک کی معیشت میں درآمدات و برآمدات کا شعبہ اہمیت کا حامل ہے۔ برآمدات میں اضافہ سے قیمتی زرمبادلہ کے ذخائز میں اضافہ ہوتا ہے۔ نیز برآمدات سے وابستہ صنعتوں کی نمو سے ان سے متعلقہ شعبے بھی ترقی کرتے ہیں۔ روزگار کے مواقع میں اضافہ ہوتا ہے اور معیشت بحیثیت مجموعی خوشحال ہوتی ہے۔

وزارت تجارت نے ۲۲ مارچ کو اسٹریٹجک ٹریڈ پالیسی فریم ورک ۱۸۔۲۰۱۵ء کا آغاز کیا۔ اس کا کامیاب عملدرآمد پاکستانی فرموں کو اپنی مصنوعات پیدا کرنے، برآمدات زیادہ بہتر بنانے اور متنوع منڈیوں تک پہنچنے میں مدد دے گا۔ پاکستان سے بے روزگاری اور غربت کم کرنے میں مدد ملے گی۔ اس پالیسی کے مقاصد میں سالانہ برآمدات میں ۳۵ بلین ڈالر تک کا اضافہ کرنا، برآمدات مسابقت کو بہتر بنانا، عنصر پر مبنی معیشت سے کارکردگی اور جدت پر مبنی معیشت تک منتقلی اور علاقائی تجارت میں حصّہ بڑھانا ہے۔ ان اہداف کے حصول کے لیے پیداواری صلاحیت اور مسابقت بڑھانے کے لیے چند اہم سہولیات کی فراہمی ضروری ہے جس کے نتیجہ میں برآمدات میں اضافہ ہوگا۔ بنیادی عوامل کی چار گرہوں میں درجہ بندی کی جاتی ہے یعنی مسابقت، معیارات کی تعمیل، پالیسی کا ماحول اور منڈی تک رسائی۔ اس تجارتی پالیسی کے چار اہم ستون مصنوعات کی نفاست اور تنوع، مارکیٹ تک رسائی، ادارہ جاتی ترقی اور مضبوطی، تجارت اور سہولت کاری بتائے گئے۔[۲۰]

اس دور میں پاکستان کا یہ شعبہ بھی خسارہ کا شکار رہا۔ برآمدات میں کمی کا رحجان طلب و رسد دونوں عوامل کی وجہ سے ہوا۔ بغیر کوٹہ کی شرائط کے ساتھ عالمی تجارت نے ترقی پذیر اور اُبھرتی ہوئی معیشتوں کے لیے کئی مواقع پیدا کیے۔ بعض ممالک نے اس سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنی برآمدات میں اضافہ کر لیا۔ بعض ممالک فائدہ اُٹھانے میں ناکام رہے جن میں پاکستان بھی شامل ہے۔[۲۱] اگرچہ اس دور میں عالمی سطح پر پٹرولیم کی مصنوعات میں کمی رہی پاکستان کو اس مد میں بچت ہوئی مثلاً مالی سال ۲۰۱۶ء میں پٹرولیم کی درآمد سے ۲ء۳ارب ڈالر کی بچت ہوئی لیکن وہ تیل کے علاوہ دوسری درآمدات میں ۳ارب ڈالر اضافہ نے بڑی حد تک زائل کر دی۔[۲۲] پاکستان اپنی برآمدات کے لیے ٹیکسٹائل پر بھاری انحصار کرتا ہے۔ مصنوعات کی مجموعی برآمد میں ٹیکسٹائل کا حصّہ ۶۰ فیصد ہے۔ مالی سال ۲۰۱۶ء میں جب پوری دنیا میں برآمدات پست ہیں، پاکستان کی برآمدات کا مصنوعات اور منڈیوں کے لحاظ سے ٹیکسٹائل میں مرتکز ہونا پاکستان کی برآمدات کے لیے زیادہ نقصان دہ ہے۔ مالی سال ۲۰۱۶ء میں ٹیکسٹائل کی برآمدات ۵ء۷ فیصد گر گئیں جبکہ مالی سال ۲۰۱۵ء میں ۲ فیصد گری تھیں۔ پاکستان کی یہ برآمدات امریکہ کی مارکیٹ میں، امریکی صارفین کی پسند میں تبدیلی کی وجہ سے کم ہو رہی ہیں کیونکہ امریکہ کے صارفین سوتی کپڑے کی بجائے مصنوعی ریشہ پسند کرنے لگے ہیں۔[۲۳] تاہم مالی سال ۲۰۱۶ء کے دوران امریکہ کی سوتی درآمدات میں پاکستان کا معمولی حصّہ بڑھا ہے۔ مالی سال ۲۰۱۶ء میں یورپی یونین مارکیٹ میں کئی ممالک بشمول بھارت اور چین سے ٹیکسٹائل کی برآمدات سکڑ گئیں جب کہ پاکستان اور بنگلہ دیش کی ٹیکسٹائل کی مصنوعات میں اضافہ ہوا۔ جی ایس پی پلس [General Scheme of Preferences Plus (GSP)] کے درجے کی وجہ سے پاکستان کا حصّہ یورپی یونین میں مالی سال ۲۰۱۴ء میں ۵ء۳ فیصد، مالی سال ۲۰۱۵ء میں ۰ء۴ فیصد اور مالی سال ۲۰۱۶ء میں بڑھ کر ۳ء۴ فیصد ہو گیا۔[۲۴] حجم کے لحاظ سے مالی سال ۲۰۱۷ء کے دوران یورپی یونین کی مجموعی ملبوساتی اور ٹیکسٹائل برآمدات میں ۵ء۳ فیصد اضافہ ہوا ہے۔ یہ ایک حوصلہ افزاء امر ہے کہ کپڑوں اور گھریلو ٹیکسٹائل دونوں کے لیے پاکستان کی یورپی یونین کی برآمدات میں ہونے والی نمو ایشیائی ممالک میں بلند ترین ہے۔ یہ یورپی یونین کی ملبوسات اور گھریلو ٹیکسٹائل مصنوعات کی منڈی میں تیزی سے تبدیلی کا نتیجہ ہے۔[۲۵] پاکستان کو اپنی برآمدات میں اضافہ کرنے کے لیے برآمدات میں تنوع، منڈی میں تنوع اور مصنوعات میں تنوع لانا ہو گا۔

۵۔ نظام ٹیکس میں اصلاح کی پالیسی

پاکستان کی معاشی خوشحالی کے لیے وافر مالی وسائل کی ضرورت حکومت ٹیکس عائد کر کے بھی پورا کرتی ہے۔ مالی سال ۲۰۱۴ء میں سیلز ٹیکس کے نیٹ ورک میں وسعت کی تجاویز دی گئیں۔ سیلز ٹیکس کی معیاری شرح ۱۶ فیصد سے

بڑھا کر ۱۷ فیصد کر دی گئی۔[۲۶] مالی سال ۱۵۔۲۰۱۴ء کی بجٹ تقریر میں محصولات کی وصولی کو بہتر بناتے ہوئے جی ڈی پی میں ٹیکس کی شرح میں اضافہ کرنے اور ایک سادہ اور مساویانہ ٹیکس نظام کے بنیادی اصول پہ سمجھوتہ کیے بغیر ملک میں بیرونی سرمایہ کاری کو فروغ دینے کے لیے مناسب ترغیبات دی جانے کی حکمت عملی طے کی گئی۔[۲۷]

۱۹۸۵ء میں آزاد عالمی تجارت کے اصولوں کے تحت ٹیرف میں کمی کی گئی جس کو جنرل سیلز ٹیکس اور انکم ٹیکس میں اضافہ کر کے پورا کیا گیا۔ پاکستان اقتصادی سروے کے مطابق مالی سال ۲۰۱۲ء میں ٹیکس وصولیاں جی ڈی پی کے ۹ء۴ فیصد، مالی سال ۲۰۱۳ء میں ۸ء۷ فیصد، مالی سال ۲۰۱۴ء میں ۹ فیصد، مالی سال ۲۰۱۵ء میں ۹ء۴ فیصد اور مالی سال ۲۰۱۶ء میں ۱۰ء۷ فیصد رہیں۔ مالی سال ۲۰۱۲ء میں براہ راست ٹیکس ۳۹ء۲ فیصد جبکہ بالواسطہ ٹیکس ۶۰ء۸ فیصد تھے (کسٹم ۱۹ء۱ فیصد، جنرل سیلز ٹیکس ۳ء۷۰ فیصد اور ایکسائز ۱۰ء۷ فیصد رہے)۔ مالی سال ۲۰۱۶ء میں براہ راست ٹیکس ۳۹ء۱ فیصد جبکہ بالواسطہ ٹیکس ۶۰ء۹ فیصد تھے (کسٹم ۲۱ء۳ فیصد، جنرل سیلز ٹیکس ۶۸ء۷ فیصد اور ایکسائز ۹ء۹ فیصد رہے)۔[۲۸] مالی سال ۲۰۱۶ء میں براہ راست ٹیکسوں میں ودہولڈنگ ٹیکس کا غلبہ رہا جس کی کٹوتی ادارے خود ہی کر لیتے ہیں اور کاروباری ادارے عموماً صارفین کو منتقل کر دیتے ہیں۔[۲۹]

پاکستان کے نظام ٹیکس پر آئی ایم ایف کے اثرات نمایاں ہیں جس کی وجہ سے جنرل سیلز ٹیکس میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے جو کہ اشیائے ضروریات پر بھی عائد کیا جاتا ہے۔ اسی طرح پاکستان میں ٹیکس چوری اور ٹیکس معافی بھی عام ہے۔ پاکستان کی معاشی ترقی اور استحکام کے لیے موجودہ نظام ٹیکس کی اصلاح قرآن وسنت کی روشنی میں کی جانی ضروری ہے۔ روزمرہ ضروریات کی اشیاء پر سے جنرل سیلز ٹیکس کا مکمل طور پر خاتمہ کیا جانا ضروری ہے تاکہ نچلے اور متوسط طبقہ کی ضروریات زندگی تک رسائی ممکن ہو سکے۔ عصر حاضر میں چین پاکستان کی جغرافیائی اہمیت کے پیش نظر معاشی شعبوں میں سرمایہ کاری کر رہا ہے۔ اگر پاکستان اس سرمایہ کاری سے صحیح معنوں میں فائدہ اٹھائے اور ۶۲ بلین ڈالر کو کرپشن کی نذر کرنے کی بجائے معاشی ترقی کے لیے استعمال میں لایا جائے تو پاکستان میں معاشی ترقی کی رفتار تیز ہو سکتی ہے۔ جس سے دیگر شعبوں سے مالی وصولیوں میں اضافہ ہونے کی وجہ سے جنرل سیلز ٹیکس کا بوجھ عوام پر کم کیا جاسکتا ہے۔

۶۔ فلاح عامہ کے لیے اقدامات

۶ء۱۔ شعبہ تعلیم

وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف کے دور حکومت میں تعلیمی پالیسی ۲۰۰۹ء کو ہی جاری رکھا گیا۔ اس دور میں تعلیمی اداروں کی نج کاری کی پالیسی قابل ذکر ہے۔ پنجاب حکومت کے ماتحت تعلیمی سکول کے ڈیپارٹمنٹ نے پنجاب ایجوکیشن فاونڈیشن اور دیگر شرکت داروں کے ساتھ ۵۰۰۰ سرکاری سکولوں کو نج کاری کے لیے منتخب

کیا۔ ۱۰۰۰ اسکولوں کی نج کاری ہو چکی ہے۔ حکومت کی رہنمائی میں ضلعی تعلیمی انتظامیہ نے جماعت پنجم اور ہشتم کے برے نتائج کی بناپر ۴۶۹ اسکول نج کاری کے لیے منتخب کیے۔ مختلف وجوہات کی بناپر نجی سرمایہ کاروں نے ۴۳۳ اسکولوں کی نج کاری کے حوالے سے عدم دلچسپی کا اظہار کیا۔ صرف ۱۳ تعلیمی اداروں کی نج کاری کی گئی جن میں دولڑکوں اور گیارہ لڑکیوں کے سکول شامل تھے۔ اس سکیم کا مقصد تعلیم پر ترقیاتی بجٹ میں کمی بتایا گیا ہے۔[۳۰] اسی طرح حکومت نے راولپنڈی کے ۲۶ کالجوں کی بھی نج کاری کا اعلان کیا ہے جن کے طلباء اور اساتذہ کو بورڈ آف گورنر چلائے گا۔ تعلیمی اداروں کی نج کاری کے بارے میں اساتذہ کرام نے عدم اعتماد کا اظہار کیا ہے کیونکہ اس سے تعلیم مہنگی ہونے کے ساتھ اساتذہ کی بے روزگاری کا خدشہ بھی ہے۔ تعلیم پر بجٹ کم کرنے کی بجائے حکمرانوں کی عیاشانہ زندگی پر غیر ضروری اخراجات کی بھرمار کو ختم کیا جائے۔ اگر ہمارے وزیر اعظم، صدر، وزراء اور بڑے عہدے داروں کو سہولیات پر مبنی زندگی فراہم کی جائے تو حکومت کو فلاح عامہ اور معیار تعلیم کی بہتری کے لیے ترقیاتی فنڈز دستیاب ہو سکتے ہیں اور شعبہ تعلیم کو بیرونی امداد مثلاً یو ایس ایڈ سے بھی آزاد کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح حکومت کو معیار تعلیم بہتر بنانے پر توجہ دینی چاہیے۔ حکومت کے علاوہ اساتذہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ دیانت داری کے ساتھ اپنے فرائض سرانجام دیں۔ تعلیمی اداروں میں تقرریوں کے عمل کو شفاف بنانا چاہیے۔ سفارشوں اور رشوت پر تقرریوں سے ہم اپنی قوم کا مستقبل داؤ پر لگا رہے ہیں۔ نااہل اساتذہ کی بجائے میرٹ پر اہل، قابل اور محنتی اساتذہ کی تقرریاں کی جائیں۔

اس دور میں شعبہ تعلیم میں یو ایس ایڈ میں بھی اضافہ رہا جس سے ہمارے نظام تعلیم پر بیرونی اثرات غالب رہے۔ سوال یہ ہے کہ آیا سیرت طیبہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلم ممالک تعلیم کے لیے شرائط پر مبنی گرانٹ لے سکتے ہیں؟ اسلام میں ہاتھ پھیلانے کو ناپسند فرمایا گیا۔ اس بارے میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ اُوپر کا ہاتھ بہتر ہے نیچے کے ہاتھ سے اور اُوپر کا ہاتھ خرچ کرنے والا ہے اور نیچے کا ہاتھ مانگنے والا ہے۔[۳۱] ہاتھ پھیلانے سے انسانی محتاجی اور عزت نفس کے مجروح ہونے کے علاوہ دوسرے ممالک اور اداروں پر انحصار کرنے سے قوموں کی خود مختاری خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ مانگنے والا شخص عذاب الٰہی کا مستحق ٹھہرے گا۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے کہ تم میں سے کوئی بھی جو ہمیشہ مانگتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ملے گا اور اس کے منہ پر ایک ٹکڑا بھی گوشت کا نہ ہوگا (یعنی حشر میں)۔[۳۲] اگر شعبہ تعلیم کے لیے مالی امداد اُمت مسلمہ کے مفاد کے خلاف نہ ہو تو لینے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔ لیکن اگر اس سے مسلم معاشرے کی اقدار کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو تو اس کو لینا جائز نہیں ہے۔

حکومت کی کوششوں سے تعلیم کے اظہاریوں میں بہتری آئی۔ پرائمری اور مڈل سطح پر طلبہ کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ لیکن پاکستان میں غربت اہم مسئلہ ہونے اور افراد کے مالی حالات بہتر نہ ہونے کی وجہ سے پرائمری اور مڈل کے بعد والے درجات میں طلبہ کے داخلوں میں کمی رہی۔ حکومت کو غربت کے خاتمہ کے لیے عملی اقدامات کرنے چاہیں۔ تعلیم کی فراہمی مفت کی جانی چاہیے تا کہ افراد کو زیور تعلیم سے آراستہ کیا جاسکے۔

۲ء۶۔　بے روزگاری میں کمی کے اقدامات

پاکستان میں بے روزگاری اہم معاشی مسئلہ ہے۔ مالی سال ۱۶۔۲۰۱۵ء کے بجٹ میں زراعت، تعمیرات اور زیادہ روزگار کے مواقع پیدا کرنے والی صنعتوں کو خصوصی مراعات فراہم کرنے کے بارے میں تجویز دی گئی۔ [۳۳] حکومت نے روزگار کے مواقع میں اضافہ کے لیے متعدد سکیموں کا آغاز کیا مثلاً پرائم منسٹر یوتھ بزنس لون سکیم کا مقصد نوجوانوں کی کاروباری صلاحیت کو پروان چڑھانا اور بے روزگاری کو ختم کرنا ہے۔ آٹھ سال کی مدت کے لیے ۶ فیصد مارک اپ پر قرضوں کا اجراء کیا جاتا ہے۔ مالی سال ۲۰۱۷ء تک ۲۲۲۰۵ بلین روپے کی مالیت کے قرضوں کا اجراء ۲۲۲۱۰ افراد کو کیا گیا۔ ۵۰ فیصد خواتین نے اس سکیم سے فائدہ اُٹھایا۔ پرائم منسٹر یوتھ اسکل ڈویلپمنٹ پروگرام کا مقصد افراد کی ہنر مندی میں اضافہ اور بے روزگار تعلیم یافتہ افراد کو تربیت دے کر روزگار فراہم کرنا ہے۔ مالی سال ۲۰۱۷ء تک ۱۰۰۰۰۰ نوجوان اس پروگرام سے فائدہ اُٹھا چکے تھے۔ ۲۸ فروری ۲۰۱۸ء تک وزیراعظم کی بلاسود قرضوں کی سکیم کے تحت ۹۷۳۷ بلین روپے کی مالیت کے قرضوں کا اجراء ۹۸۰۵۴۰ افراد کو کیا گیا۔ ۶۵ فیصد خواتین نے اس سکیم سے فائدہ اُٹھایا۔ ان قرضوں کی واپسی کی شرح ۹۹ فیصد ہے۔ پرائم منسٹر یوتھ ٹریننگ سکیم کے تحت ملک بھر میں ۱۶ سالہ تعلیم رکھنے والے بے روزگار نوجوانوں کو انٹرن شپ دی گئی جن کا ماہانہ وظیفہ ۱۲۰۰۰ سے بڑھا کر ۱۵۰۰۰ روپے مقرر کیا گیا۔ [۳۴]

حکومت کی معاشی پالیسیوں میں خواتین کو روزگار کی فراہمی اور ان کو معاشی طور پر مضبوط بنانا اوّلین ترجیحات میں شامل ہے۔ تمام تعلیمی درجات (پرائمری، ثانوی، اور اعلیٰ ثانوی) میں خواتین کا اندراج اب بھی مردوں سے بہت پیچھے ہے جبکہ پاکستان کی خواتین افرادی قوت کی شرح تقریباً ۲۵ فیصد ہے جو خطہ کے دیگر ممالک بھارت اور بنگلہ دیش کے مقابلے میں پست ہے۔ [۳۵]

مالی سال ۲۰۱۲ء میں بے روزگار افراد ۳ء۵ ملین تھے۔ اس جمہوری دور میں ان کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہوا۔ بے روزگاری کی شرح مالی سال ۲۰۱۲ء میں ۶ فیصد تھی جبکہ مالی سال ۲۰۱۵ء تک ۰ء۱ فیصد کی کمی کے ساتھ ۵ء۹ فیصد ہو گئی تھی۔ [۳۶]

۶ء۳۔ صحت عامہ

گزشتہ دو عشروں سے پاکستان کے شعبہ صحت میں بہتری آئی ہے۔ پاکستان میں اس وقت ماوں کی بڑھتی ہوئی شرح اموات کے ساتھ شرح امکان زندگی پست ترین ہے۔ پاکستان پولیو کے شکار تین ممالک میں سے ایک ہے اور ٹی بی کے بیماروں کی تعداد کے لحاظ سے چھٹے نمبر پر ہے۔ اس خطہ میں نوزائیدہ، شیر خوار اور ۲ سال سے کم عمر بچوں کی شرح اموات بھی غذائی قلت، دست، سانس کی شدید بیماریوں اور دیگر متعدی بیماریوں کے باعث بڑھ رہی ہیں جن سے ویکسین کی مدد سے بچا جا سکتا ہے۔

شعبہ صحت کے پست معیار کی اسٹیٹ بینک میں وجوہات بیان کی گئیں مثلاً سرکاری شعبہ میں بالخصوص دیہی علاقوں میں صحت کی خدمات کی فراہمی کے طریقہ کار میں پائے جانے والے نقائص، غربت، نگہداشت صحت کے بھاری اخراجات، مناسب صفائی اور صاف پانی کی کمی جیسے انتہائی خطرناک عوامل کی مستقل موجودگی، ثقافتی رکاوٹیں جن کے باعث خواتین صحت کی مناسب سہولیات تک رسائی نہیں رکھ پاتیں، دیہی علاقوں میں، اور اس کے ساتھ ساتھ بڑے پیمانے کے منصوبوں جیسے ملیریا / پولیو کے خاتمہ کی مہموں میں نجی شعبے کی محدود شرکت۔[۳۷]

پاکستان میں صحت عامہ پر بہت کم خرچ کیا جاتا ہے۔ مالی سال ۲۰۱۶ء میں صحت کے کل اخراجات افغانستان کی جی ڈی پی کے ۸ء۲ فیصد، بنگلہ دیش کے ۸ء۲ فیصد، چین کے ۵ء۵ فیصد، بھارت کے ۷ء۴ فیصد، ایران کے ۹ء۶ فیصد، ملائیشیا ۲ء۴ فیصد، نیپال ۸ء۵ فیصد، پاکستان ۶ء۲ فیصد اور سری لنکا ۵ء۳ فیصد رہے۔[۳۸] بجٹ میں صحت عامہ پر زیادہ فنڈز مختص کیے جانے چاہیں۔ نیز عوام کو صحت کی معیاری سہولیات فراہم کی جائیں کیونکہ صحت مند افراد قوم کی ترقی میں بھرپور کردار ادا کر سکتے ہیں۔

۶ء۴۔ غربت میں کمی کے اقدامات

دفاع اور قرضوں پر سود کی ادائیگی کے بعد فلاح عامہ پر فنڈز کا بہت کم حصہ مختص کیا جاتا ہے۔ پاکستان کی وزارت برائے منصوبہ بندی اور اصلاحات کی جانب سے جاری کردہ رپورٹ کے مطابق پاکستان کی ۳۹ فیصد آبادی کثیر الجہت غربت کا شکار ہے۔ کثیر الجہت غربت میں صرف آمدنی کو ہی معیار نہیں بنایا جاتا بلکہ صحت، تعلیم اور زندگی کی بنیادی سہولیات تک رسائی کو بھی مد نظر رکھا جاتا ہے۔ بلوچستان میں ۲ء۷۱ فیصد، خیبر پختونخواہ میں ۲ء۴۹ فیصد، گلگت بلتستان ۲ء۴۳ فیصد اور سندھ میں ۱ء۴۳ فیصد، پنجاب میں ۴ء۳۱ فیصد اور آزاد جموں کشمیر میں ۱۰ء۱ فیصد افراد غربت کا شکار ہیں۔[۳۹] اقتصادی ماہرین کے نزدیک اس دور میں غربت کی شرح میں کمی آئی۔ اسٹیٹ بینک آف پاکستان کی سالانہ رپورٹ میں غربت میں کمی کرنے والی تین وجوہ کا تجزیہ کیا گیا۔ رپورٹ کے مطابق بینظیر انکم

سپورٹ پروگرام جس کا آغاز ۲۰۰۹ء میں کیا گیا تھا۔ یہ بنیادی طور پر غریب اور شادی شدہ خواتین (مطلقہ اور بیواوں) کے لیے ہے۔ اہل افراد کو ماہانہ ۱۶۱۱ روپے وظیفہ ملتا ہے۔ حکومت کا ہدف ہے اس کا دائرہ جون ۲۰۱۷ء تک ۶ء۵ ملین گھرانوں تک بڑھا دیا جائے۔ جن کی تعداد آخر جون ۲۰۱۶ء تک ۳ء۵ ملین تھی۔ مالی سال ۲۰۱۲ء میں وسیلہ تعلیم کا تجزیاتی منصوبہ شروع کیا گیا جس کے تحت اس سے استفادہ کرنے والوں کو ترغیب دی گئی کہ وہ اپنے ۵ سے ۱۲ سال کے بچوں کو اسکول بھیجیں۔ اس منصوبہ کے تحت بی آئی سی پی کے اہل گھرانے کے ہر بچے کو ہر سہ ماہی پر حکومت ۷۵۰ روپے نقد وظیفہ دیتی ہے۔ ایسے گھرانوں کی ذمہ داری ہے کہ بچوں کو اسکول داخل کروائیں اور بچے اسکول کے ایک سال کے دوران کم از کم ۷۵ فیصد حاضریاں یقینی بنائیں۔ پرائمری سکول میں تقریباً ۱ء۱ ملین بچے اس پروگرام میں داخل ہیں۔ دوسرا ممکنہ سبب اسٹیٹ بینک کی طرف سے دی جانے والی مائکرو فنانس کی سہولت ہے جس سے روزگار کی فراہمی سے غربت میں کمی آئی۔ تیسرا ممکنہ سبب نجی شعبہ کی خدمت خلق کی کوششیں ہیں۔ (۴۰)

پاکستان میں غربت کے خاتمہ کے لیے نظام زکوٰۃ کا موثر ہونا ضروری ہے تاکہ غریبوں کی بنیادی ضروریات پوری ہوتی رہیں، معاشرے میں طبقاتی کشمکش ختم ہو اور عوام خوشحال رہے۔ یہ ضروری ہے کہ جو رقم غرباء کے لیے مختص کی گئی ہے وہ اُن پر خرچ کی جائے اور اس کو کرپشن یا اقرباء پروری کی نذر نہ کیا جائے۔ حق دار کو اُس کا حق ملنے سے ہی غربت میں کمی آسکتی ہے اور لوگوں کا معیار زندگی بہتر ہو سکتا ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ فلاح عامہ کے تحت آنے والے ایک نوعیت کے اداروں کو ایک ادارے میں مدغم کر دے۔ اس سے ان اداروں کے انتظامی اخراجات میں کمی آئے گی۔ مختلف فلاح عامہ کے اداروں مثلاً بیت المال، زکوٰۃ اور بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام کے انتظامی امور کے لیے غیر ضروری تقرریاں سیاسی بنیادوں پر کی گئی ہیں مثلاً بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام کے تحت تحصیل کی سطح پر سترہ گریڈ کا آفیسر اور اس کے ماتحت عملہ مقرر کیا گیا ہے۔ اگر ان اداروں کو مدغم کر دیا جائے، دیانتدار اور قابل افراد کا تقرر کیا جائے تو مثبت نتائج حاصل ہو سکتے ہیں۔

۶ء۵۔ سڑکوں کی تعمیرات

پاکستان کی اقتصادی نمو میں نقل و حمل اور مواصلات کے شعبہ خصوصاً سڑکوں کے ڈھانچے کا انتہائی اہم کردار ہے۔ نیشنل ہائی وے اتھارٹی پورے ملک میں سڑکوں کے جدید ترین نظام کی تعمیر اور دیکھ بھال کے لیے سرکاری شعبہ کے ترقیاتی پروگرام کا اس وقت بڑا حصّہ وصول کر رہی ہے۔ میاں محمد نواز شریف کے دور حکومت میں سڑکوں کی تعمیر پر خصوصی توجہ دی گئی۔ ذیل میں مالی سال ۲۰۱۳ء سے مالی سال ۲۰۱۶ء تک کی سڑکوں کی تعمیر اور بحالی کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

جدول ا: سڑکوں کی لمبائی (کلو میٹر)

صوبے	۱۳۔۲۰۱۲	۱۴۔۲۰۱۳	۱۵۔۲۰۱۴	۱۶۔۲۰۱۵
پنجاب	۲۲۱	۲۸۶	۳۰۸	۸۱۴
سندھ	۸۱	۱۱۴	۱۰۰	۲۹۵
خیبر پختون خواہ	۱۸۹	۲۱۸	۱۹۸	۶۰۵
بلوچستان	۱۰۴	۲۱۸	۱۴۷	۴۶۸
کل	۵۹۴	۸۳۵	۷۵۳	۲۱۸۲

(Source: National Transport Research Centre, Pakistan Economic Survey, 2015-16,p.216)

مندرجہ بالا جدول کے مطابق پاکستان میں سڑکوں کے نیٹ ورک میں اضافہ ہوا جس سے نقل وحمل کی سہولیات میں گزشتہ دور کی نسبت بہتری رہی۔

اگرچہ پاکستان میں سڑکوں کی نیٹ ورک میں بہتری کی ضرورت ہے۔ تاہم پاکستان کی زیادہ تر آبادی غربت کی لائنسے نیچے زندگی بسر کر رہی ہے یا متوسط طبقہ سے تعلق رکھتی ہے۔ اس صورتحال میں حکمران کی اولین ذمہ داری عوام کو بنیادی ضروریات زندگی کی فراہمی کو یقینی بنانا ہے۔ اسی طرح صحت عامہ کی بہتر سہولیات فراہم کرنا اور عوام کی بلامعاوضہ ان تک رسائی کو ممکن بنانا ہے۔ حکومت کو ترجیحی بنیادوں پر عوام کی فلاح وبہود کو مدنظر رکھنا چاہیے تھا۔ پسماندہ طبقہ کی بحالی کے لیے عملی اقدامات کیے جاتے۔ جب عوام خوشحال ہو جاتی تو پھر سڑکوں کے نیٹ ورک پر توجہ دی جاتی۔

جمہوری دور حکومت کی مالیاتی پالیسیاں

میاں محمد نواز شریف کے دور حکومت میں معاشی صورتحال گزشتہ دور کی نسبت بہتر رہی۔ ضرب عضب اور ردّالفساد سے ملکی امن وامان کی صورتحال میں بہتری آئی جس کی وجہ سے براہ راست بیرونی سرمایہ کاری میں اضافہ ہوا۔ میاں محمد نواز شریف کی حکومت نے بیرونی سرمایہ کاروں کو متعدد مالی ترغیبات فراہم کیں مثلاً ٹیکسوں پر چھوٹ اور بجلی کے کم نرخ وغیرہ۔ مالی سال ۲۰۰۸ء میں غیر ملکی سرمایہ کاری ۴ء۵ ارب ڈالر تھی۔ تاہم ۲۰۰۸ء کے بعد توانائی کے بحران، گورننس اور سیکورٹی کے مسائل کے باعث غیر ملکی سرمایہ کاری میں کمی ہونا شروع ہوگئی تھی۔ مالی سال ۲۰۱۷ء میں غیر ملکی سرمایہ کاری میں اضافہ ہوا۔ سب سے زیادہ سرمایہ کاری ۴۹ فیصد چین کی طرف سے کی جارہی ہے۔ چین نے ۸۶ء۱ ارب ڈالر کی سرمایہ کاری کی، ہالینڈ ۴۶۳ ملین ڈالر، ترکی نے ۱۳۶ء۱ ملین ڈالر جبکہ ناروے، مصر، برطانیہ اور متحدہ عرب امارات کی جانبسے سرمایہ کاری میں کمی دیکھی گئی۔[۴۱] موجودہ حکومت نے صنعت اورزراعت پر خصوصی توجہ دی جس کی وجہ سے پاکستان کے شعبہ ٹیکسٹائل میں بہتری آئی اور برآمدات

میں بھی اضافہ ہوا۔ معاشی صورتحال میں بہتری کی ایک اہم وجہ چین کی پاکستان میں ۶۲ بلین ڈالر کی سرمایہ کاری ہے جو زیادہ تر شاہراہوں کی تعمیر اور توانائی کے شعبہ میں کی جارہی ہے۔ تعمیرات کے شعبہ کی شرح نمو سے اس سے منسلک شعبوں کی شرح نمواور روزگار کے مواقع میں اضافہ ہوا۔ اس دور کی مختلف شعبہ جات کی معاشی نمو درج ذیل جدول سے بھی واضح ہوتی ہے۔

جدول ۲: مختلف شعبوں کی ترقی کی شرح نمو

	۲۰۱۲ء	۲۰۱۳ء	۲۰۱۴ء	۲۰۱۵ء	۲۰۱۶ء	۲۰۱۷ء
جی ڈی پی	۳ء۸	۳ء۷	۴ء۱	۴ء۱	۴ء۶	۴ء۵
زراعت	۳ء۶	۲ء۷	۲ء۵	۲ء۱	۰ء۲	۲ء۱
اشیاءسازی	۲ء۱	۴ء۹	۵ء۷	۳ء۹	۳ء۷	۵ء۸
شعبہ خدمات	۴ء۴	۵ء۱	۴ء۵	۴ء۴	۵ء۷	۶ء۵

(Pakistan Economic Survey 2017-18, Economic and Social Indicators, p. 1-2)

مندرجہ بالا جدول کے مطابق جی ڈی پی اور مصنوعات کے شعبہ کی شرح نمو میں بہتری رہی۔ شعبہ زراعت موسمی حالات کی وجہ سے سست روی کا شکار رہا۔ شعبہ خدمات کی کارکردگی بھی بہتر رہی۔

گزشتہ حکومتوں کی طرح اس دور میں بھی بیرونی مالی وسائل پر انحصار کیا گیا۔ مرکزی بینک کی سالانہ رپورٹ کے مطابق پاکستان کے مجموعی قرضے اور واجبات مالی سال ۲۰۱۶ء میں جی ڈی پی کے ۷۷ء۶ فیصد جب کہ مالی سال ۲۰۱۷ء میں جی ڈی پی کے ۷۷ء۸ فیصد رہے۔ حکومتی بیرونی قرضے مالی سال ۲۰۱۶ء میں ۵۴۱۷ء۶ بلین روپے (جی ڈی پی کا ۱۸ء۶ فیصد) اور مالی سال ۲۰۱۷ء میں ۵۹۱۸ء۷ بلین روپے (جی ڈی پی کا ۱۸ء۶ فیصد) رہے۔ عالمی مالیاتی ادارے کے قرضے مالی سال ۲۰۱۶ء میں ۶۳۳ء۱ بلین روپے (جی ڈی پی کا ۲ء۲ فیصد) اور مالی سال ۲۰۱۷ء میں ۶۴۰ء۸ بلین روپے (جی ڈی پی کا ۲ء۰ فیصد) رہے۔[۴۲] پاکستان کو بیرونی قرضوں سے نکلنے کے لیے لائحہ عمل تشکیل دینا چاہیے کیونکہ بیرونی قرضوں کے چکر سے نکلے بغیر پاکستان معاشی ترقی نہیں کرسکتا۔

معاشی ترقی میں ایک اور اہم رکاوٹ کرپشن ہے۔ حکمران عیاشانہ طرز زندگی اور غیر ملکی دوروں پر کروڑوں روپے اُڑاتے ہیں۔ اس جمہوری دور میں وفاقی اور صوبائی حکومتوں نے سرکاری خزانے کو اضافی مراعات اور شان و شوکت پر پانی کی طرح خرچ کیا۔ اس دور میں حکمرانوں کی بدعنوانی عروج پر رہی جس کی وجہ سے میاں محمد نواز شریف کو تاحیات نااہل قرار دے دیا گیا۔ نواز شریف کو دس سال، مریم نواز کو سات سال اور کیپٹن صفدر کو ایک سال قید کی

سزا سنادی۔ نواز شریف کو ۸۰ لاکھ پاؤنڈ اور مریم نواز کو ۲۰ لاکھ پاؤنڈ جرمانہ بھی کیا ہے جب کہ ایون فیلڈ اپارٹمنٹس کو سرکاری تحویل میں لینے کا بھی حکم دے دیا۔

اسلامی ریاست کے حکمران میں احساس جوابدہی کو اُجاگر کیا گیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے ہر کوئی اپنی رعیت کا نگران ہے اُس سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔[۴۳] جوابدہی کا تصور حکمران کو بدعنوانی سے باز رکھتا ہے۔

زیادہ تر حکومتی وسائل اسراف و تبذیر، غیر ملکی دوروں اور بدعنوانی کی نذر ہوتے ہیں جب کہ عوام کی فلاح وبہبود کے لیے بہت کم رقم مختص کی جاتی ہے۔ اگر سرکاری خزانہ کو دیانت داری اور سادگی سے استعمال میں لایا جائے تو پاکستان کو بیرونی قرضوں سے بھی نجات مل سکتی ہے۔

اس دور میں فلاح عامہ کے لیے کم فنڈز مختص کیے گئے کیونکہ پاکستان میں امن وامان کی صورتحال کی بحالی پر اخراجات میں اضافہ ہوا۔ ایک اندازہ کے مطابق مالی سال ۲۰۰۲ء سے لے کر ۲۰۱۶ء تک ملک کو دہشت گردی سے بلاواسطہ اور بالواسطہ طور پر تقریباً ۱۱۸ء۳۱ ارب ڈالر کا نقصان ہو چکا ہے جو کہ پاکستان کے بیرونی سرکاری قرضوں کا تقریباً دُگنا ہے۔[۴۴] سڑکوں کی تعمیرات پر خصوصی توجہ دی گئی۔ میٹرو بس اور اورنج ٹرین پراجیکٹ میں بدعنوانی کا عنصر نمایاں رہا۔ شعبہ تعلیم پر ترقیاتی اخراجات کم کرنے کے لیے تعلیمی اداروں کی نج کاری کی گئی۔ تعلیمی اداروں کی نج کاری کی پالیسی کی وجہ سے اساتذہ کی ملازمتیں متاثر ہونے کے علاوہ تعلیم کے مہنگا ہونے کا خدشہ بھی ہے۔ فلاح عامہ کے لیے اہم اقدامات کیے جانے ضروری ہیں تاکہ عوام کے معیار زندگی میں بہتری آئے اور بھوک کی وجہ سے خودکشیوں کا خاتمہ ہو سکے۔ درحقیقت پاکستان کو مخلص حکمران کی ضرورت ہے جو پاکستان کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کا جذبہ اور صلاحیت رکھتا ہو۔

معاشی بحران کبھی خود ساختہ ہو سکتا ہے اور کبھی کسی قدرتی آفت کے نتیجہ میں معاشرہ معاشی بحران کا شکار ہو جاتا ہے۔ پاکستان کی معیشت کے لیے ایک اہم جھٹکا مالی سال ۲۰۱۴ء کا سیلاب بھی تھا۔ مختلف ماہرین اس قدرتی آفت کو پاکستانی عوام اور حکمرانوں کے گناہوں سے منسوب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرنے، کفار کا ساتھ دینے، شرعی قوانین کے عدم نافذ کی وجہ سے ملک امن وامان کی بدترین صورتحال اور معاشی تنزلی کا شکار ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> اور ہاں جو میری یاد سے روگردانی کرے گا اس کی زندگی تنگی میں رہے گی، اور ہم اسے بروز قیامت اندھا کرکے اُٹھائیں گے۔ کہے گا اے اللہ تعالیٰ تم نے مجھے اندھا کیوں اُٹھایا میں تو دیکھتا

تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جس طرح تم نے ہماری آیات کو بھلا دیا تھا اس طرح آج کے دن تمھیں بھلا دیں گے۔ (۴۵)

اللہ تعالیٰ کے احکام سے اعراض کرنے والوں پر معیشت تنگ کر دی جاتی ہے مثلاً غربت و افلاس، قحط، خشک سالی، بیماری اور برکت کا اٹھ جانا وغیرہ ہے اور ان ہی مسائل سے ہماری معیشت دوچار ہے۔

کفرانِ نعمت کرنے والوں کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اللہ تعالیٰ اس بستی کی مثال بیان فرماتا ہے جو پورے امن و اطمینان سے تھی اس کی روزی اس کے پاس بافراغت ہر جگہ سے چلی آرہی تھی۔ پھر اس نے اللہ کی نعمتوں کا کفر کیا تو اللہ نے اسے بھوک اور ڈر کا مزہ چکھایا جو ان کے کرتوتوں کا بدلہ تھا۔ (۴۶)

مندرجہ بالا آیات قرآنی کے مطابق جو کوئی کفرانِ نعمت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ امن کو خوف اور خوشحالی کو بدحالی میں تبدیل کر دیتا ہے۔ ہماری معیشت کی تنزلی کی ایک اہم وجہ اللہ تعالیٰ کے احکام سے رُوگردانی ہے۔ پاکستان اسلامی نظریہ حیات کی بنیاد پر معرض وجود میں آیا تھا۔ عصر حاضر میں بھی اگر اسلام کے معاشی نظام کو مکمل طور پر رائج کر دیا جائے تو ہماری معیشت کی ترقی ممکن ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ (۴۷)

چودہ سو سال قبل اسلام کے معاشی نظام نے روم اور ایران کے افراد کو ظالمانہ مالی نظام سے نجات دی۔ عصر حاضر میں بھی اسلام کے معاشی اصول معاشی ترقی کے لیے مضبوط بنیادیں فراہم کر سکتے ہیں۔ مغربی سودی نظام کو اپنانے میں معاشی تنزلی اور اسلامی اصولوں کو اپنانے میں معاشی ترقی کی روشن راہیں ہماری منتظر ہیں اور اس ہی میں ہماری اُخروی فلاح بھی پوشیدہ ہے۔

مراجع و حواشی

۱۔ Government of Pakistan, Economic Survey 2015-16, p.23, Islamabad: Ministry of Finance

۲۔ بجٹ تقریر ۱۸-۲۰۱۷ء، ص ۱۸

http://www.finance.gov.pk/fb_2017_18.html, retrieved 10-09-2016

۳۔ بجٹ تقریر ۱۶-۲۰۱۵ء، ص ۳۳-۳۴

http://www.finance.gov.pk/fb_2015_16.html, retrieved 10-09-2016

۴۔ ایضاً، ص ۳۲ ۵۔ بجٹ تقریر ۱۸-۲۰۱۷ء، ص ۱۶ ۶۔ ایضاً، ص ۲۱-۲۲

۷۔ Pakistan Economic Survey 2016-17, p.35

۸۔ بجٹ تقریر ۱۸۔۲۰۱۷ء، ص ۲۱

۹۔ State Bank of Pakistan, Annual Report 2015-16, p.3

۱۰۔ Pakistan Economic Survey 2017-18, Economic and Social Indicators, p.2

۱۱۔ Ibid, 2015-16, p.41

۱۲۔ بجٹ تقریر ۱۶۔۲۰۱۵ء، ص ۳۰۔۳۱

Free on Board(FOB)* قریبی مقام پر اشیاء فراہم کرنے کی قیمت اس میں شامل ہے اور بحیثیت خریدار وہاں سے اشیاء اپنے ملک منگوانے کے لئے ایک مخصوص رقم کی ادائیگی کی ذمہ داری منگوانے والے پر عائد ہوتی ہے۔

Drawback:* یہ ٹیکس یا ٹیرف کی تخفیف برآمد کنندگان اور درآمد کنندگان کو دی جاتی ہے جو درآمد کردہ اشیاء پر ٹیکس اپنے ملک میں ادا کرتے ہیں اور پھر اُن اشیاء کو حاصل کرنے کے بعد برآمد کرتے ہیں۔

۱۳۔ Pakistan Economic Survey 2016-17, p.46; 2017-18, p.38

۱۴۔ State Bank of Pakistan, Annual Report 2015-16, p.3

۱۵۔ Pakistan Economic Survey 2015-16, pp.58-59

۱۶۔ IhsanIqbal, Pakistan's Investment profile improved due to CPEC, http://www.pc.gov.pk/?cat=4 , retrieved 10-10-2016

۱۷۔ Anwar Iqbal, CPEC: A gateway between South Asia and East Asia, http://www.brecorder.com/supplements/0:g/1231973:cpec:-a-gateway-between-south-asiaand-east-asia?date=2015-10-01, retrieved 10-09-2016

۱۸۔ Zofeen T. Ebrahim, China's New Silk Road: What's in it for Pakistan, Daily Dawn, 20 April 2015

۱۹۔ پاک چین اقتصادی راہداری۔۔۔۔۔ترقی کا سفر، روزنامہ نوائے وقت- http://www.nawaiwaqt.com.pk/mazamine/21-Oct-2016/520527

۲۰۔ Ministry of Commerce, Pakistan Economic Survey 2015-16, p.129

۲۱۔ Pakistan Economic Survey 2015-16, p.128

۲۲۔ State Bank of Pakistan, Annual Report 2015-2016, p.86

۲۳۔ Ibid, p.86 ۲۴۔ Ibid, p.87

*جی ایس پی پلس: یورپین پارلیمنٹ نے پاکستان کے لیے ۵ نومبر ۲۰۱۳ء کو جی ایس پی پلس کا درجہ دینے کا فیصلہ کیا جو کہ جنوری ۲۰۱۴ء سے قابل عمل ہوا۔ جس کے تحت پاکستانی برآمدات کو عمومی قواعد سے استثنیٰ حاصل ہوئی۔ اس درجہ سے زیادہ تر پاکستانی ٹیکسٹائل کو فائدہ حاصل ہو رہا ہے۔

۲۵۔ Ibid, Annual Report 2016-17, pp.86-87

۲۶۔ بجٹ تقریر ۱۴۔۲۰۱۳ء، ص ۳۸۔۳۹

http://www.finance.gov.pk/fb_2013_14.html, retrieved 10-05-2015

۲۷۔ بجٹ تقریر ۱۵۔۲۰۱۴ء، ص ۴۷

http://www.finance.gov.pk/fb_2014_15.html, retrieved 10-05-2015

۲۸۔ Pakistan Economic Survey, 2016-17, p.66

۲۹۔ State Bank of Pakistan, Annual Report 2015-16, p.5

۳۰۔ Dawn, 16 March 2016

۳۱۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب لا صدقۃ الّا عن ظھر غنی، حدیث نمبر: ۱۴۲۹

۳۲۔ مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب کراھۃ المسالۃ للناس، حدیث نمبر: ۲۳۹۶ ۳۳۔ بجٹ تقریر ۱۶۔۲۰۱۵ء، ص ۵۳

۳۴۔ Pakistan Economic Survey 2016-17, pp.203-304

۳۵۔ State Bank of Pakistan, Annual Report 2015-16, pp.98

۳۶۔ Pakistan Economic Survey 2016-17, Economic and Social Indicators, p.6

۳۷۔ State Bank of Pakistan, Annual Report 2015-16, pp.108-109

۳۸۔ World Bank, Health ttp://data.worldbank.org/indicator/SH.XPD.TOTL.ZS?view=chart, retrieved 10-09-2017

۳۹۔ The Express Tribune, 21 June 2016; https://tribune.com.pk/story/1126706/40-pakistanis-live-poverty/, retrieved 10-03-2017

۴۰۔ State Bank of Pakistan, Annual Report 2015-16, pp.106-107

۴۱۔ نوائے وقت، ۱۹ جولائی ۲۰۱۷ء

۴۲۔ State Bank of Pakistan, Annual Report 2016-17, p.62

۴۳۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاستقراض، باب العبد راع فی مال سیدہ ولا یعمل الا باذنہ، حدیث نمبر: ۲۴۰۹

۴۴۔ Pakistan Economic Survey 2015-16, p.290.45

۴۵۔ طٰہٰ ۲۰: ۱۲۴۔۱۲۶ ۴۶۔ النحل ۱۶: ۱۱۲ ۴۷۔ البقرۃ ۲: ۲۰۸